© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

دارالعلوم دیوبند میں دو دن

دارالعلوم دیوبند میں کئی سال سے "نادیۃ الاتحاد" کے نام سے طلباء کی ایک انجمن قائم ہے جس کے ماتحت کئی قلمی ماہنامے نکلتے ہیں۔ اور طلباء عربی اور اردو میں تحریر و تقریر کی مشق کرتے ہیں۔ امسال اس انجمن نے اپنے پانچویں سالانہ جلسہ کی صدارت کے لیے خاکسار اڈیٹر برہان کو دعوت دی تھی جو محض اس خیال سے منظور کرلی گئی کہ اس تقریب سے اپنے برادرانِ علمی کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور دارالعلوم دیوبند کی ترقیات کو دیکھنے کا موقع ملیگا، اور میں اپنے اُن اصلاحی خیالات کو بھی پیش کرسکونگا جو مدارس عربیہ کی اصلاح سے متعلق وقتاً فوقتاً دماغ میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ یہ جلسہ یکم اگست کو عشاء کی نماز کے بعد منعقد ہونے والا تھا۔ میں دہلی سے ۱۲ بجے روانہ ہو کر شام کو ۴ بجے دیوبند پہنچ گیا۔

جلسہ کے آغاز تک کا وقفہ اکابر و احباب سے ملنے میں صرف ہوا۔ عشاء کے بعد حسب قرارداد دارالحدیث کے وسیع اور شاندار ہال میں جلسہ شروع ہوا۔ پہلے طلباء نے عربی میں تقریریں کیں۔ نظمیں پڑھی گئیں اور تعلیم قدیم و جدید پر ایک دلچسپ مکالمہ اور پھر محاکمہ بھی عربی زبان میں ہوا۔ اس نشست کے اختتام پر میں نے عربی میں طلباء کا شکریہ ادا کیا، اور اُن کی ان مساعی پر اظہار تحسین کیا۔ اس کے بعد اردو تقریروں کا پروگرام شروع ہوا، دوران کارروائی میں ہی میں نے اپنا خطبۂ صدارت پڑھا، جو انجمن کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ خطبہ پر یہ اجلاس ختم ہو گیا، بقیہ کارروائی دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد ہوئی اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نشست میں بھی طلبار نے اُردو میں جو مقالات پڑھے اور تقریریں کیں، وہ بہت اُمید افزا تھیں اور اُن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اس انجمن کے کارکن بہت سرگرم اور پُرحوصلہ وولولہ ہیں۔

دیوبند کے دو روزہ قیام میں برادرانِ دارالعلوم نے اپنے ایک ناچیز بھائی کے ساتھ جس خلوص محبت، اور تعظیم وتکریم کا معاملہ کیا، اُس کا نقش بہت دنوں تک صفحۂ یاد پر مرتسم رہیگا۔ ان کے علاوہ دیوبند کے اکابر واحباب نے پُرتکلف دعوتیں کر کے جس ذرہ نوازی کا ثبوت دیا اُس کے لیے خاکسار راقم الحروف سراپا تشکر وامتنان ہے۔

مجھ سے ایک ہفتہ قبل مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی دارالعلوم دیوبند کی ایک اور قدیم انجمن تہذیب الاخلاق کے سالانہ جلسہ کی صدارت کے لیے دیوبند تشریف لیجاچکے تھے۔ اور وہ بھی اسی طرح کے تاثرات لے کر واپس آئے تھے۔

لیکن دارالعلوم دیوبند میں یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ وہاں ہر صوبہ کے طلبار کی انجمنیں الگ الگ ہیں۔ اور صرف یہ ہی نہیں، بلکہ بعض صوبہ کے طلبا، کا حال تو یہ ہے کہ اُنھوں نے ضلع وار انجمنیں جُدا جُدا بنا رکھی ہیں۔ اور اس پر طُرہ یہ ہے کہ ان انجمنوں میں باہم کوئی اتحاد واشتراک نہیں بلکہ ایک ناگوار قسم کا تنافس وتباغض ہے، جس کی وجہ سے انجمنیں طلبا میں وحدتِ خیال اور جذبۂ تنظیم وتعاون پیدا کرنے کے بجائے افتراق وتشتت کا سبب بنی ہوئی ہیں۔ جو دارالعلوم دیوبند ایسی مرکزی درسگاہ کے طلبار کے لیے زہرِ ہلاہل سے کم نہیں۔

غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ انجمنیں طلبار نے بطورِ خود قائم کر رکھی ہیں اور ان کو حضراتِ اکابر واساتذہ کی سرپرستی اور رہنمائی کا شرف حاصل نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم اکابر مدرسہ سے مخلصانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ وقت کی ضرورتوں کا صحیح اندازہ کریں اور جس طرح وہ اپنی تمام توجہات تعلیم اور طلبار کی اخلاقی تربیت پر صرف کر رہے ہیں۔ اسی طرح طلبار کی اس تحریری و تقریری جد و جہد میں بھی ان کی رہنمائی کریں۔ ورنہ اگر خدانخواستہ اس میں تساہل سے کام لیا گیا تو طلبار کی اس انجمن بازی کا نتیجہ خود مدرسہ اور مدرسہ کے مقاصدِ مُہمّہ کے حق میں نہایت بُرا ثابت ہوگا۔ اور پھر جب پانی حد سے گذر جائیگا تو اُس وقت بند باندھنے کی کوششیں کچھ زیادہ کارگر نہ ہوسکینگی عقلمندوں کا مقولہ ہے کہ جذبات کے دھارے کو روکنا دانشوری نہیں، بلکہ اُس کا رُخ بدل دینا مقتضاءِ مصلحت اندیشی ہے۔ میں نے دو روز کے قیام میں یہ بیّن طور پر محسوس کیا ہے کہ اب طلبار دارالعلوم میں خیالات و افکار کے اعتبار سے ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔ اور اب اُن پر یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ اپنے مدرسہ کی چہار دیواری میں بند، دنیا و مافیہا اور اپنے حالاتِ گرد و پیش سے یکسر غافل ہیں۔ اب وہاں کے طلبار اپنی مجلسوں میں موجودہ مُلکی و تمدنی مسائل پر نہایت بے تکلفی اور آزادیِ رائے کے ساتھ مذاکرے کرتے ہیں، اور عہدِ حاضر کی جدید علمی ضرورتوں پر روشن دماغی کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرتے ہیں، اور اُن میں ہندوستان کی دوسری علمی درسگاہوں کے ساتھ تعاون کرکے کام کرنے کا ایسا مستحسن جذبہ پایا جاتا ہے کہ اگر اس جذبہ کو صحیح بنیادوں پر اُبھرنے اور پھولنے پھلنے کا موقع ملا تو یقیناً اس کے ذریعہ ہندوستان کی تمام قومی درسگاہوں کا ایک وفاقی نظام قائم ہوسکتا ہے جس کی موجودہ زمانہ میں جبکہ شر و باطل کی تمام قوتیں ایک مرکز پر جمع ہوکر حقانیت و صداقت سے معرکہ آرا ہیں، بڑی سخت ضرورت ہے۔ جذبات اور نوجوان ولولوں کے اس دورِ ہیجان و تلاطم میں نہایت ضروری ہے کہ خود دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ اہتمام کی طرف سے کوئی ایسا موثر انتظام ہو جس کے ماتحت طلبار کے یہ جذبات پامال ہونے کے بجائے کسی مناسب شاہراہ پر پڑ کر اُن کو مستقبل میں اسلام اور مسلمانوں کی زیادہ سے زیادہ اور مفید خدمات انجام دینے کے قابل بنا سکے۔ زمانہ بڑی سرعت سے بدل رہا ہے، علومِ جدیدہ کی فراوانی اور اقوامِ عالم کی مادی ترقیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے مسلمان نوجوانوں کے افکار و احساسات میں اور اُن کے معتقدات و تصورات میں غیر معمولی انقلاب پیدا کردیا ہے۔ اس لیے جو کچھ کرنا ہے اُس کو جلد کر ڈالنا چاہیے۔ زندگی کا وہ ایک لمحہ جو محض غور و فکر میں بسر ہو۔ اور کسی عمل پر منتج نہ ہو سکے عظیم الشان خطرات کا باعث ہو سکتا ہے۔

باخبر اصحاب کو معلوم ہے کہ عرصہ سے دارالعلوم دیوبند میں ایسی اصلاحات نافذ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں جن کے بعد وہ علمی اور دینی دونوں حیثیتوں سے عہد حاضر کی سب سے بڑی اسلامی درسگاہ بن سکے اور جو وقت کی تمام اسلامی ضرورتوں کو باحسن وجوہ مکمل کر سکے۔ اس سلسلہ میں مسرت کے ساتھ اس بات کا ذکر کرنا برمحل ہوگا کہ مولانا محمد طیب صاحب نے حال میں ہی ایک جامع اصلاحی اسکیم مرتب کی ہے جس میں دینیات کی ایک نئے اور مفید طریقہ سے تعلیم کے ساتھ علوم عصریہ یعنی اقتصادیات، اجتماعیات، سیاسیات اور فلسفہ جدیدہ، اور معاشیات وغیرہ کو داخل نصاب کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ پھر ساتھ ہی "جامعۃ القرآن" کے نام سے ایک شعبہ قائم کرنے کی تجویز ہے جس کے ماتحت مستعد طلبا رکو علوم و مضامین قرآن پر ریسرچ کرائی جائیگی۔ اس کے علاوہ طلبار کی جسمانی، اخلاقی، اور معاشی تربیت و تعلیم کے لیے بھی بندوبست کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ اور اس بندوبست کے تمام علمی امکانات و تدابیر پر بصیرت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ اسکیم بہت طویل اور مفصل ہے۔ مولانا موصوف نے بکمال مہربانی خاکسار راقم الحروف کو خود یہ اسکیم پڑھ کر سنائی تھی اور اس پر اُس وقت تبادلۂ خیال بھی ہوا تھا۔ آج کل یہ اسکیم مدرسہ کی مجلس علمی کے زیر غور ہے۔ ہماری رائے میں اس میں جزئی طور پر ترمیم و تنسیخ ہو سکتی ہے لیکن مجموعی حیثیت سے اس میں شبہ نہیں کہ اگر یہ اسکیم پاس ہو کر دارالعلوم دیوبند میں عملاً پوری طرح نافذ ہوگئی، تو اس وقت سے دارالعلوم کا ایک نہایت عظیم الشان دور شروع ہوگا جس کے بعد وہ بہمہ وجوہ ایشیا کی واحد اسلامی مرکزی درسگاہ بن جائیگا۔ اور جو مسلمانوں میں ایک نہایت مفید ذہنی و دماغی انقلاب پیدا کردیگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمیں قوی اُمید ہے کہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، اور جناب مولانا طیب صاحب اپنی متحدہ مساعی سے جلد از جلد دارالعلوم دیوبند کو اس اصلاحی پروگرام پر چلا کر اسلام کی عظیم الشان اور دیرپا خدمت انجام دینگے۔ وباللہِ التوفیق وھوالمستعان فی کل امرٍ۔

نگارِ فتنہ جو

لکھنؤ سے ایک رسالہ نکلتا ہے۔ جس کا نام "نگار" ہے۔ اس کے اڈیٹر نیاز صاحب فتحپوری اس اعتبار سے اُردو خواں طبقہ میں اچھی خاصی شہرت رکھتے ہیں کہ وہ جس طرح فحشیات، عُریانیات اور شبابیات پر ایک ماہرِ فن کی حیثیت سے لکھتے ہیں، اسی طرح وہ مذہب کے اصول اور اس کی مسلم تعلیمات پر بھی گستاخانہ و ملحدانہ رنگ میں کلام کرنے کے عادی ہیں۔ اُن کی اس جسارت بیجا کا ہی نتیجہ تھا کہ ۱۹۳۱ء میں اُن کے خلاف اُردو اخبارات نے سخت مضامین شائع کیے اور جگہ جگہ اُن کی تبلیغِ زندقہ و الحاد پر نفرت و غصّہ کا اظہار کرنے کے لیے جلسے منعقد ہوئے۔ نیاز صاحب اس طوفانِ مخالفت کی تاب نہ لاسکے اور اُنھوں نے اپنے خیالات وافکار سے توبہ کرکے ایک اعلان بھی شائع کر دیا کہ آئندہ وہ کسی ایسے مسئلہ پر مخالفانہ نہیں لکھینگے جو اب تک اُمتِ مسلمہ کے نزدیک ہر زمانہ میں مسلم رہا ہے۔ اُن کے اس اعلان کے بعد فضا میں سکون پیدا ہو گیا، اور بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن کسی انسان کی فطرت ہی کج ہوتی ہے۔ تو وہ لاکھ توبہ کرے اُس کا اندرونی روگ رہ رہ کر ظاہر ہوتا ہے، اور پھر ابلیسانہ طبیعت اپنے چہرہ سے نقاب اُلٹ کر لوگوں کے سامنے بے حجاب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے جون ۱۹۴۰ء کے نگار میں ایک سائل (فرضی یا حقیقی) کا جواب دیتے ہوئے کلام مجید سے متعلق جو بکواس کی ہے وہ اُن کی بیمارئِ نفس کا ایک کھلا ہوا مظاہرہ ہے۔ اس میں اُنھوں نے وہی بات کہی ہے جو کفار و مشرکین عہدِ نبوت میں کہتے تھے یا آج کل یورپ کے متعصب عیسائی اور ہندوستان کے بدزبان آریہ سماجی بکتے رہتے ہیں۔ اس مضمون میں اڈیٹر نگار نے مسلمان کہلانے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باوجود قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے سے صاف لفظوں میں انکار کیا ہے۔ اور اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دیا ہے۔

اڈیٹر نگار کا یہ فعل اسلام کے ہی خلاف نہیں، بلکہ انسانیت اور شرافت کے بھی سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ کوئی شخص خواہ کسی عقیدہ یا مشرب کا ہو بہرحال اس بزدلانہ، ذلیل، اور دلآزار طریقہ سے وعدہ خلافی کے جرم کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔ ایسی حیا سوز حرکت یقیناً انسانیت کی پیشانی پر رذالت و کمینگی کا بدنما داغ ہے۔ اسی کے ساتھ ہمیں اس معاملہ میں سب سے زیادہ شکایت اُن نوجوانوں سے ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود نگار میں اس قسم کی ہفوات پڑھتے ہیں اور پھر اُن کی رگِ حمیت و غیرت کو حرکت نہیں ہوتی۔ کیا نعوذ باللہ اسلامی تعلیمات بھی ہندو فلاسفی، یا ہندو آرٹ کا کوئی جز ہیں، جو ادبی رقص گاہ کے منظرِ عام پر تفریح و تفنن طبع کے لیے پیش کی جائیں۔ اور آپ انہیں ایک نگہ غلط انداز سے پڑھ کر سکون و اطمینان سے بیٹھے رہیں، اگر کوئی شخص مذہبی حدود و قیود کو برداشت نہیں کرسکتا، تو اس دورِ حریت و آزادی میں اُس کو روکنے والا کون ہے؟ اُسے چاہیے کہ برملا مذہب سے بیزاری کا اعلان کردے لیکن یہ کہاں کی شرافت ہے کہ آپ ایک جماعت کی ممبری اور اُس کا ایک رکن ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور پھر چند قرصہائے سیم و زر کی خاطر اُس کے اصول و مسلمات کی تضحیک و تذلیل میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے دریدہ دہن لوگوں کے خلاف اجتماعی مظاہرے کرکے اس فتنہ کے انسداد کی زیادہ سے زیادہ موثر کوشش کریں تاکہ آئندہ ہمیشہ کے لیے اس کا سدباب ہوجائے۔

جہاں تک اڈیٹر نگار کی ذات کا تعلق ہے وہ ہر حیثیت سے غالب کے اس شعر کا مصداق ہیں:-

خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے!   نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا

اس لیے ایک مرتبہ نہیں بلکہ دس مرتبہ بھی اگر مسلمانوں کے ایجیٹیشن سے مرعوب ہو کر وہ توبہ کریں، اور آئندہ کے لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس قسم کے لغو و دلآزار مضامین کے نہ لکھنے کا عہد کریں، مسلمانوں کو اُس پر مطمئن ہو کر نہ بیٹھ جانا چاہیے، بلکہ اپنی غیرت ملی کا قوی ثبوت دے کر انہیں ایک ایسی فضا پیدا کر دینی چاہیے کہ پھر کبھی نیاز صاحب کو اس طرح کی جرأت کرنے کی ہمت نہ ہو۔

جو لوگ نیاز صاحب کی "محققانہ" سرگرمیوں سے بے خبر نہیں ہیں اور وہ خود بھی کسی سنجیدہ علمی مذاق کے مالک ہیں وہ اچھی طرح اس بات کو جانتے ہیں کہ اڈیٹر نگار کا مبلغ علم نہایت محدود ہے، اور اُن کا سرمایۂ علم و فن اس سے زیادہ نہیں کہ کسی انسائیکلو پیڈیا، یا کسی ایک کتاب کو سامنے رکھ کر دوسروں کی محنتوں اور علمی کاوشوں کو بے تامل اپنی طرف منسوب کر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں ان کی حیثیت محض ایک افسانہ نگار یا ایک اچھی اُردو لکھنے والے کی ہے۔ علم و تحقیق کی بزم میں اُن کی کوئی پرسش نہیں۔ اس بنا پر ہم صاف لفظوں میں کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اربابِ علم کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ نیاز صاحب کو مخاطب کر کے کوئی علمی مضمون لکھیں اور اُس میں دادِ تحقیق دیں۔ البتہ اگر وہ کسی ایسے مسئلہ سے تعرض کریں جس کی نسبت تعلیم یافتہ طبقہ میں شک و شبہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ارباب علم کو چاہیے کہ وہ اُس مسئلہ کی تحقیق و تنقیح کر دیں، لیکن نیاز صاحب کا کہیں نام نہ لیں۔ چنانچہ برہان کی آئندہ اشاعت میں "وحی ربانی" پر جو ایک تحقیقی مقالہ شائع ہو رہا ہے وہ اسی سلسلہ میں ہے لیکن اُس کا خطاب نیاز صاحب سے نہیں بلکہ اُن لوگوں سے ہوگا جو حقیقۃً اس مسئلہ کو بے تعصبی کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com